بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

093: تقدیر پر ایمان کے درجات کا بیان (حصہ ششم)

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور ہم تقدیر پر ایمان کے تعلق سے بات کر رہے تھے اور آج کی نشست میں غالباً یہ آخری جملے ہیں اس باب میں، شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَيَغْلو فيها قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الإِثْباتِ حَتَّى سَلَبوا العَبْدَ قُدْرَتَهُ وَاخْتِيارَهُ، وَيُخْرِجون عَنْ أَفْعالِ اللهِ وَأَحكامِهِ حِكَمَها وَمَصالِحَها"۔ "وَيَغْلو فيها قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الإِثْباتِ" (اور اہل اثبات میں سے ایک قوم یا کچھ لوگ ایسے ہیں جو غلو سے کام لیتے ہیں) "حَتَّى سَلَبوا العَبْدَ قُدْرَتَهُ وَاخْتِيارَهُ" (یہاں تک کہ بندے سے اس کی قدرت اور اس کا اختیار سلب کر لیا) "وَيُخْرِجون عَنْ أَفْعالِ اللهِ وَأَحكامِهِ حِكَمَها وَمَصالِحَها" (اور اللہ تعالیٰ کے افعال سے اللہ تعالیٰ کی جو حکمت ہے اور مصالح ہیں اُن کو خارج کر دیتے ہیں)۔

ان جملوں کا کیا معنی ہے؟

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے جب یہ بیان کیا ہے کہ تقدیر کے معاملے میں دو قسم کے گروہ ایسے ہیں جو اہل بدعت میں سے ہیں جنہوں نے افراط و تفریط سے کام لیا، ایک گروہ نے انکار کیا قدریہ جو ہیں، دوسرے گروہ نے اثبات کیا لیکن اس میں غلو کیا جو جبریہ ہیں جبر کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ انسان مجبور ہے، اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ اسی جبریہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وَيَغْلو فيها قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الإِثْباتِ"؛ یہ کون ہیں؟ یہ جبریہ ہیں جو ثابت تو کرتے ہیں تقدیر کے مسئلے کو لیکن غلو سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسان جو ہے وہ مجبور ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور کیا ہے، انسان کا ہر قول و فعل اپنا نہیں ہے اُس کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہے انسان کا ہر قول و فعل جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اللہ نے ہی کیا ہے انسان نے کچھ نہیں کیا انسان کچھ کر بھی نہیں سکتا ہے (نعوذ باللہ)۔

شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "يغلو فيها": یعنی "في هذه الدرجة"۔

ہم کس درجے کی بات کر رہے ہیں؟ جو دوسرا درجہ ہے۔ شیخ الاسلام نے تقدیر کے کتنے درجے بیان کیے ہیں؟ دو۔ شیخ الاسلام نے دو درجے بیان کیے ہیں اور ہر درجے میں دو مرتبے بیان کیے ہیں، اور بعض علماء جو ہیں وہ چار مرتبے الگ الگ سے بیان کرتے ہیں، یہ صرف کلاسیفکیشن (Classification) کے طریقے میں فرق ہے حقیقت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پہلے جو دو درجے ہیں وہ کون سے تھے ؟ "علم اور کتابت" اللہ تعالیٰ کا علم اَزلی ہے اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے ہمیشہ سے جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا قلم کو کہ لکھو اور قلم نے تقدیر لکھ دی ہے اسے کہتے ہیں تقدیر کے پہلے دو مرتبے یا پہلے درجے کے دو مرتبے، شیخ الاسلام نے اس تقسیم کو بیان کیا ہے۔

اب جو دوسرا درجہ ہے اللہ تعالیٰ کی مشیئت کہ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے وہی ہوا ہے، اور پھر چوتھا مرتبہ جو ہے یا اس درجے کا جو دوسرا مرتبہ ہے وہ ہے خلق کہ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے اسے پیدا کیا ہے جسے نہیں چاہا اسے اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا اس کا وجود ہی نہیں ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): "يغلو فيها": یعنی "في هذه الدرجة" (اس درجے میں یعنی مشیئت اور خلق کے درجے کے تعلق سے) "قوم من أهل الإثبات؛ أي: إثبات القدر" (جو تقدیر کو ثابت کرتے ہیں)۔

تقدیر کو ثابت کرنے میں غلو سے کام لیتے ہیں جبریہ یہ یاد رکھیں۔ اہل سنت کیا کرتے ہیں ؟ ثابت کرتے ہیں کہ نہیں ؟ لیکن غلو سے کام نہیں لیتے۔

غلو سے کیا مراد ہے ؟ حد سے تجاوز کرنا اسے غالی کہتے ہیں نا (غلو)؟! اہل سنت کبھی حد سے تجاوز نہیں کرتے ہمیشہ دلیل کی روشنی میں بات کرتے ہیں اور دلائل کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔

اہل بدعت ہمیشہ بغیر دلیل کے بات کرتے ہیں یا دلیل کے آگے چلتے ہیں، پہلے مسائل گھڑتے ہیں فتوے دیتے ہیں پھر دلائل ڈھونڈتے ہیں، اگر نہ ملیں کوئی دلائل تو دلائل گھڑ لیتے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): یہ قوم جبریہ ہیں ان لوگوں نے بندے سے اس کی قدرت اور اختیار کو سلب کر لیا ہے اور یہ کہا ہے کہ وہ اپنے عمل پر مجبور ہے کیونکہ اُس شخص پر یہ عمل لکھ دیا گیا ہے۔

اور پھر اگلا جملہ: "ويخرجون عن أفعال الله وأحكامه حكمها ومصالحها": "يخرجون": یہ معطوف ہے يغلو پر، اور اس سے مراد یہ ہے کہ جب غلو سے کام لیتے ہیں یہ لوگ تو حقیقت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے افعال سے جو حکمتیں ہیں اور جو مصالح جڑی ہوئی ہیں اُن سب کو سلب کر لیا ہے ان کو نہیں مانتے ہیں یہ (کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے جو تقدیر میں لکھا ہے وہ لکھ دیا ہے بس تقدیر کا حکمت سے کوئی تعلق نہیں ہے)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور اُن کے اس کہنے سے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا انکار کرتے ہیں اور ثابت نہیں کرتے یا کسی مصلحت کو بھی نہیں مانتے، اور ان کے کہنے سے یہ بھی بات ثابت ہوتی ہے ان کے نزدیک (جبریہ کے

نزدیک) کہ اللہ تعالیٰ جو بھی فعل کرتا ہے یا جو بھی حکم یا فیصلہ کرتا ہے صرف مشیئت کی بنیاد پر ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ فرمانبردار کو اُجر و ثواب دیتا ہے اگرچہ اپنے فعل پر وہ مجبور ہی کیوں نہ ہو، اور نافرمان کو اللہ تعالیٰ سزا ضرور دیتا ہے اگرچہ اپنے فعل پر وہ مجبور ہی کیوں نہ ہو۔

یعنی نافرمان نے نافرمانی کیوں کی ہے اُن کے نزدیک؟ مجبور ہے؛ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ زناکار نے زنا کرنا ہے، سود خور نے سود کھانا ہے، شرابی نے شراب پینی ہے، نافرمان نے نافرمانی کرنی ہے مجبور ہے۔ اس نے نافرمانی کرلی ہے سزا ملے گی؟ سزا بھی اسے ملے گی۔ ان کے نزدیک یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجبور بھی کرتا ہے نافرمان کو نافرمانی پر پھر اسے سزا بھی دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرمانبردار کو مجبور کرتا ہے فرمانبرداری پر پھر اسے اُجر و ثواب بھی دیتا ہے (سبحان اللہ)۔

جبکہ شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ بات معلوم ہے کہ مجبور جو ہے مجبور شخص وہ نہ کسی اچھی چیز کو کرنے کی تعریف کا مستحق ہوتا ہے اور نہ ہی کسی بُری چیز کے کرنے سے اس کی مذمت کی جاتی ہے۔

یعنی اگر کوئی شخص اچھا کام کرتا ہے اور اس اچھا کام کرنے پر مجبور ہے کیا اس کو داد دی جائے گی؟ اس نے مجبوری میں کیا ہے وہ اچھا کام تو کرنا نہیں چاہتا! کسی نے بُرا کام کیا ہے اسے مجبور کیا گیا ہے بُرا کام کرنے میں کیا اس کی مذمت کی جائے گی؟ نہیں کی جائے گی (سبحان اللہ)۔ کیوں وجہ کیا ہے؟ کیونکہ بغیر اختیار کے مجبوری میں اس شخص نے یہ عمل کیا ہے۔

یہ مسئلہ تو یہاں تک واضح ہو گیا ہے اب ایک اور مسئلہ ہے جس کو اکثر علماء بیان کرتے ہیں اس باب میں اور بہت سارے نافرمان اس مسئلے کو حجت پیش کرتے ہیں اپنی نافرمانی پر (جب گناہ ہو جاتا ہے نافرمانی ہوتی ہے تو اس نافرمانی کو اور اس گناہ کو تقدیر کی اوڑ میں حجت بنا کر پیش کرتے ہیں)۔ اگر آپ کسی نافرمان کی نافرمانی پر اسے روکیں یا ٹوکیں تو وہ یہ کہتا ہے کہ میری تقدیر میں لکھا تھا کہ میں نے یہ گناہ کرنا تھا آپ کو اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے؟!

یعنی آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص شراب پی رہا ہے آپ اس کو کہتے ہیں کہ تم نافرمانی کر رہے ہو یہ حرام ہے اسے چھوڑ دو، کہتا ہے کہ تم مجھ پر اعتراض کر رہے ہو اللہ تعالیٰ نے میرے مقدر میں لکھا ہے کہ میں نے یہ پینی ہے تو تمہارا اعتراض مجھ پر نہیں تمہارا اعتراض اللہ تعالیٰ پر ہے جس نے میری تقدیر میں شراب پینا لکھا ہے۔

تو اس طریقے سے کوئی بھی نافرمان نافرمانی کرتا ہے سود خور سود کھاتا ہے جب آپ اسے کہتے ہیں کہ سود حرام ہے اور آپ اس کی مذمت کرتے ہیں تو جواب میں کہے گا کہ میری مذمت کیوں کر رہے ہو مجھے کیوں بُرا بھلا کہہ رہے ہو اللہ تعالیٰ نے میری تقدیر میں سود خوری لکھی ہے تب میں نے سود کھایا ہے (سبحان اللہ)۔

خلاصہ: اُس کے نزدیک معاملہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر تقدیر کو حجت بنا کر پیش کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں مجبور بندہ ہوں، اور پھر حدیث بھی پیش کرتا ہے (عجیب سی بات دیکھیں!)۔

کہتا ہے حدیث میں آیا ہے (اور یہ حدیث متفق علیہ حدیث ہے سبحان اللہ دیکھیں!): کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام اور موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام آپس میں ایک مسئلے میں بحث ہو جاتی ہے: ''تَحَاجَّ آدَمُ وَمُوسَى، فَقَالَ لَهُ مُوسَى: أَنْتَ أَبُونَا خَيَّبْتَنَا وَأَخْرَجْتَنَا مِنَ الْجَنَّةِ'' (موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے کہتے ہیں کہ آپ ہمارے باپ ہیں آپ نے ہمیں رسوا کیا ہے اور جنت سے ہمیں نکالا ہے) ''فَقَالَ لَهُ آدَمُ'' (آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب میں فرمایا) ''أَنْتَ مُوسَى!'' (آپ موسیٰ ہیں) ''اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِكَلَامِهِ'' (اللہ تعالیٰ نے آپ کو چنا ہے اور اپنے ہمکلام کرنے سے شرف بخشا ہے) ''وَكَتَبَ لَكَ التَّوْرَاةَ بِيَدِهِ!'' (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا) ''أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدَّرَهُ اللَّهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً؟'' (کیا آپ مجھے اُس بات پر ملامت کر رہے ہو جسے اللہ تعالیٰ نے میری تقدیر میں میرے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھ دیا ہے؟): اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى'' (آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر حجت قائم کر دی ہے) ''قالها ثلاثًا'' (تین مرتبہ فرمایا)۔

اور یہ حدیث جو ہے متفق علیہ حدیث ہے (صحیح بخاری، مسلم میں)، اور مسند احمد میں جو الفاظ ہیں آخری لفظ جو ہے وہ یہ ہے: ''فَحَجَّهُ آدَمُ'' (تو آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے حجت تمام کی موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور یہ بات اس حدیث میں یعنی صریح ہے کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر حجت سے غلبہ حاصل کر لیا۔

تو یہ شخص جو ہے نافرمانی کرنے کے بعد اپنی اس نافرمانی کو کہتا ہے کہ میرے مقدر میں لکھا تھا کہ میں نے یہ نافرمانی کی ہے آپ مجھ پر کیوں اعتراض کرتے ہو؟! وہ یہ کہتا ہے کہ آپ دیکھیں آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے جب موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اعتراض کیا تو انہوں نے تقدیر کو حجت بنا کر پیش کیا، آدم نبی ہیں (علیہ الصلاۃ والسلام) اور موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام بھی رسول ہیں تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے خاموشی اختیار کی تو آپ کیوں مجھ پر حجت قائم کرنا چاہتے ہیں؟

آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا جنت میں داخل کر دیا اور ایک درخت سے کھانے سے منع کر دیا کہ جو بھی جنت میں ہے وہ تمہارے لیے ہے سوائے اس درخت کے، قریب نہیں جانا:

﴿لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ﴾ (آپ دونوں اس درخت کے قریب تک نہ جانا) (البقرۃ:35)؛ الغرض؛

اس درخت سے کھایا گیا آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے کھایا اور جنت سے نکالے گئے اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول کی۔

کیا توبہ کی انہوں نے؟ ﴿رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ﴾ (الاعراف:23)؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے جنت سے نکال دیا۔

تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ اعتراض کیا کہ آپ ہمارے باپ ہیں آپ نے ہمیں رسوا کیا ہے اور جنت سے ہمیں نکالا ہے؛ یعنی اگر آپ پھل سے نہ کھاتے تو پھر آج ہم بھی جنت میں ہوتے، پھل سے کھایا تو جنت سے نکلے ہم آپ کی ذرّیت ہیں آپ کی اولاد ہیں ہم بھی جنت سے نکل گئے۔

آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا پیارا جواب ہے، یعنی پہلے تو (اور یہ طریقہ ہوتا ہے کہ جب آپ کسی سے گفتگو کریں تو کچھ خوبی بیان کر لیا کریں ماحول کو درست کرنے کے لیے اچھا کرنے کے لیے) آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ شرف بخشا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں "کلیم اللہ موسی علیہ الصلاۃ والسلام" اللہ تعالیٰ کا چناؤ ہے یعنی آپ کو چنا ہے اور پھر تورات بھی آپ پر نازل فرمائی ہے جس تورات کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے یہ بھی شرف ہے (سبحان اللہ) اب آپ مجھ پر اعتراض کر رہے ہو اُس بات پر جسے اللہ تعالیٰ نے میرے چالیس سال پیدا کرنے سے پہلے میری تقدیر میں لکھ دیا تھا کہ یہ ہونا ہے اور وہ ہوا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے تقدیر کو نافرمانی پر حجت بنا کر پیش کیا ہے جیسا کہ یہ شخص اس حدیث کو متفق علیہ حدیث کو اپنی نافرمانی پر پردہ ڈالنے کے لیے تقدیر کو حجت بنا کر پیش کر رہا ہے؟

کیا یہ حدیث استدلال کے لیے صحیح ہے؟ بالکل نہیں ہے؛ کیسے، آیئے دیکھتے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں): آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث میں جو جواب ہے وہ یہ ہے: جو قدری ہیں تقدیر کے منکر جو ہیں وہ کہتے ہیں کہ خبر الاٰحاد ہے (غور سے سنیں یہ خبر الاٰحاد ہے) اور خبر الاٰحاد یقین کو واجب نہیں کرتی اور اگر عقل کے خلاف ہو جائے تو ردّ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ بڑی خطرناک بات ہے!

معتزلہ اور ان کے ہم نوالے ہم پیالے آپ جانتے ہیں ہم نوالے ہم پیالے کون ہیں؟ ان کے راستے پر چلنے والے جو عقل کو ترجیح دیتے ہیں قرآن اور سنت پر (نقل پر) اُن کے نزدیک یہ قاعدہ بڑا خطرناک قاعدہ ہے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ حدیث صحیح بخاری میں ہے صحیح مسلم میں ہے متفق علیہ ہے یا نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک حدیث کی صحت کے لیے اس کا صحیح اور صریح ہونا کافی ہے کہ نہیں؟ "صحیح صریح" بات ختم ہو گئی ہے چاہے وہ صحیح بخاری میں ہو چاہے صحیح مسلم میں ہو چاہے متفق علیہ ہو، چاہے ابو داود میں ہو، چاہے مسند احمد میں ہو، چاہے حدیث کی کسی

کتاب میں بھی ہو جب صحیح ہے اور صریح ہے اس مسئلے کے لیے جس کو بیان کیا جارہا ہے اس کے مطابق ہے تو حدیث پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اسے ردّ کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے حرام ہے۔

اِن کا ترازو دیکھیں ذرا قدریہ کا اور ان کے ہم نوالوں کا ہم پیالوں کا، کہتے ہیں کہ خبر الٓاحاد ہے (یعنی متواتر حدیث اگر نہیں ہے ہم عقیدے کے مسائل میں نہیں مانتے خبر الٓاحاد جو ہے)؛ ہم عقیدے کے مسائل میں نہیں قبول کرتے۔

کیوں وجہ کیا ہے؟ کہتے ہیں: "لا توجب الیقین": کیونکہ خبر الٓاحاد سے یقین واجب نہیں ہوتا۔

یقینی بات نہیں ہے متواتر حدیث میں بات یقینی ہو جاتی ہے خبر الٓاحاد میں بات یقینی نہیں ہوتی صحیح ہو بھی سکتی ہے صحیح نہیں بھی ہو سکتی متواتر تو ہمیشہ صحیح ہے اُن کے نزدیک یہ اُن کا ترازو ہے۔

خبر الٓاحاد جو ہے یعنی متواتر نہیں ہے کیونکہ یقین کو واجب نہیں کرتی اس سے یقین لازم نہیں آتا یہ ایک بات ہے، پھر عقل کے بھی مخالف ہو جائے عقل کے اگر معارض مخالف ہو جائے "وجب أن ترد": واجب ہے کہ اسے ردّ کیا جائے (نعوذ باللہ) تو اسے ردّ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

اور اس کی بناء پر شیخ صاحب فرماتے ہیں: انہوں نے یہ کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے نہ اسے ہم مانتے ہیں نہ اسے قبول کرتے ہیں اور نہ اسے ہم تسلیم کرتے ہیں۔

یہ اعتراض کس کا تھا؟ جبریہ کا اعتراض تھا جو نافرمانی کر کے تقدیر کی اوڑ میں چھپنا چاہتا ہے وہ کہتا ہے کہ میرے مقدر میں لکھا ہوا ہے میں نے نافرمانی کرنی ہے، جبریہ کا ہے نا۔ تو یہ قدریہ جو ہیں نا یہ ردّ کرتے ہیں اس حدیث کو جواب دیتے ہیں جبریہ کو تو اس حدیث کو ردّ کر کے کہتے ہیں کہ بھئی تمہارا استدلال ہے ہی غلط یہ تو حدیث ہی ہم نہیں مانتے کیونکہ اُحاد ہے یہ۔

بات سمجھ آرہی ہے؟ بات سمجھیں ذرا تا کہ مکس اپ نہ ہو جائے بات کیا ہو رہی ہے؟ ایک شخص نے نافرمانی کی ہے آپ نے نصیحت کی ہے اس نے آپ کی نصیحت کو قبول نہیں کیا الٹا اس نے کیا کہا؟ بھئی میرے مقدر میں لکھا ہے آپ مجھے بُرا بھلا کہتے ہو مجھے کیوں کوستے ہو؟! یہ جبری ہے نا۔

جو تقدیر کی اوڑ میں چھپ کر نافرمانی کرتا ہے یا گناہ کو چھپانے کے لیے توبہ نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے میں تقدیر کو آگے لے کر آتا ہوں، تقدیر کے پیچھے چھپ جاتا ہے کہتا ہے کہ دیکھیں میں نے جو کیا ہے میرے مقدر میں لکھا ہے۔

اور سیدنا عمر سے بھی ایک اثر ثابت ہے کہ ایک چور نے چوری کی سیدنا عمر نے جب یعنی فیصلہ ہو گیا اور گواہ وغیرہ پورے ہو گئے تو حکم دیا اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دو (شریعت کے مطابق سنت کے مطابق)، جب ہاتھ کاٹنے کو کہا تو اس نے کہا: امیر المومنین

میرے مقدر میں چوری لکھی تھی میں نے چوری کی ہے آپ میرا ہاتھ کاٹ رہے ہو؟! تو انہوں نے جواب میں فرمایا آپ کی قسمت میں چوری بھی لکھی تھی اور ہاتھ کاٹنا بھی لکھا تھا، یہ مقدر میں لکھا تھا اب اس لیے آپ کا ہاتھ کاٹا جا رہا ہے (سبحان اللہ)۔ تو اس معاملے میں دیکھیں جو قدریہ ہیں وہ تو ہیں مخالف جبریہ کے نا، دونوں ایکسٹریمز (Extremes) ہیں الگ الگ ہیں بالکل، ایک گروہ نے کہا کہ نافرمانی ہوئی ہے مقدر میں لکھا ہے، دوسرا کہتا ہے کہ تمہاری تقدیر تو ہے ہی نا مقدر کی کیا بات کرتے ہو تم؟! تقدیر کا تو انکار ہی کرتے ہیں نا یہ لوگ اس لیے اس حدیث کا انہوں نے انکار کر دیا ہے، متفق علیہ حدیث ہے کہتے ہیں ہم اس کو مانتے ہی نہیں ہیں۔ کیوں نہیں مانتے؟ کیونکہ خبر الاٌحاد ہے متواتر نہیں ہے اور مسئلہ عقیدے کے تعلق سے لگتا ہے (ان کی شروط دیکھیں) عقیدے کے تعلق سے ہو اور عقل کے مخالف ہو تب تو ہم نہیں مانتے۔

جبریہ نے کیا کہا اس حدیث کے متعلق؟ جبریہ نے کہا: یہی دلیل ہے ہمارے مسلک کی۔

جبری کا عقیدہ جو ہے جبر کے عقیدے میں یاد رکھیں دو دلائل ہیں بڑے: ایک تو یہ ہے متفق علیہ حدیث جب آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے تقدیر کو بیان کر کے حجت قائم کر دی موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر کہ اُن سے جو نافرمانی ہوئی یعنی وہ مجبور تھے کہ مجھ سے نافرمانی ہوئی وہ یہ کہنا چاہتے ہیں؛ جبکہ حدیث یہ نہیں ہے معنی لیکن جبریوں کا جیسے میں نے کہا ہے پہلے فتوے دیتے ہیں مسئلے گھڑتے ہیں پھر دلائل ڈھونڈتے ہیں، فٹ ہو نہ ہو بعد کی بات ہے لیکن ڈھونڈ لیتے ہیں کہیں نہ کہیں سے کچھ نہ کچھ اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے اور نافرمانی کو اور بدعقیدگی کو ثابت کرنے کے لیے۔ تو جبریوں نے کہا کہ یہی دلیل ہے ہمارے پاس۔

اچھا اور کوئی جانتا ہے کہ کوئی اور دلیل کیا ہے جبریوں کے پاس جو کہتے ہیں کہ اپنے عمل پر ہم مجبور ہیں جو کچھ کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ کرنے والا ہے ہم کچھ کرنے والے نہیں ہیں؟ یہی کہتے ہیں نا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا ہے!

پچھلے درس میں میں نے کچھ ہنٹ دیا تھا دو دلائل یاد رکھیں: ایک متفق علیہ حدیث یہ۔

یہ ہم کس کے دلائل کی بات کر رہے ہیں؟ جبریہ کے، جبکہ غلط دلائل ہیں دلائل ہیں نہیں اُن کے لیے لیکن وہ یہی دلائل پیش کرتے ہیں تو طالب علم کو پتہ ہونا چاہیے کہ اُن کے دلائل کیا ہیں اُن کا ردّ کیا ہے؛ اسے علم کی روشنی کہتے ہیں نا کہ آپ کو اپنے صحیح عقیدے کی دلیل بھی آنی چاہیے اور باطل عقیدے کی دلیل بھی آنی چاہیے اور اس کا ردّ بھی آنا چاہیے۔ یہ تین چیزیں ہوتی ہیں نا ہمیشہ؟

تو جانتے ہیں کہ جبریہ کی کیا دلیل ہے؟ ﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ﴾ (اور آپ نے نہیں پھینکا جب پھینکا مگر اللہ تعالیٰ نے ہی پھینکا ہے) (الانفال:17)۔

تو اصل میں پھینکنے والا کون ہے؟ اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام۔

جب مٹی پھینکی تھی جنگ بدر کے وقت جنگ میں اور مشرکین کی آنکھوں میں چلی گئی تو اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ آپ نے جب وہ مٹی پھینکی وہ نہیں پھینکی مگر اللہ تعالی نے ہی پھینکی ہے؛ وہ کہتے ہیں کہ دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ کیا نہیں ہے تو اصل کرنے والا تو اللہ تعالی ہی کرنے والا ہے۔

جبکہ اس کا جواب کیا ہے؟ جب کوئی شخص کوئی چیز پھینکتا ہے ایک تو پھینکنے کا عمل ہے اور ایک صحیح نشانے پر لگنا ہے۔ دو چیزیں ہوتی ہیں نا؟

تو مارنے والا کون ہے؟ اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ صحیح نشانے پر پہنچانے والا کون ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالی ۔تو اس لیے اللہ تعالی نے اپنی طرف اس عمل کو منسوب کیا ہے نا کہ اصل عمل اللہ تعالی نے خود کیا ہے۔

تو جبریوں کی دلیل بنتی نہیں ہے! (سبحان اللہ)۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس سے لوازم باطلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ انسان خود عمل کرنے والا نہیں ہے اللہ تعالی ہی سب کچھ کرنے والا ہے تو پھر نافرمان کی نافرمانی، نعوذ باللہ زناکار کی زناکاری کون کرتا ہے؟! بدکار کی بدکاری کون کرتا ہے نعوذ باللہ؟! تو اس لیے یہ ممکن نہیں ہے!

اور ہم خود بھی جانتے ہیں ہماری عقلیں بھی جانتی ہیں کہ جب آپ کسی ٹارگٹ پر کوئی نشانہ پھینکتے ہیں آپ پھینکتے بھی خود ہیں نشانے پر لگے نہ لگے بعد کی بات ہے لازمی نہیں ہے لگے کہ نہ لگے، لیکن جو اللہ تعالی نے سب کی آنکھوں میں پہنچایا ہے؛ آپ دیکھیں کہ ایک مٹھی مٹی آپ یوں ہوا میں پھینکتے ہیں اب ہر مشرک کی آنکھ میں گئی ہے، حدیث کے الفاظ ہیں کہ ہر مشرک کی آنکھ میں گئی ہے؛ اب ہر مشرک کی آنکھ میں کیسے پہنچنا تھا؟ اللہ تعالی نے پہنچایا ہے نا اللہ تعالی کے حکم سے پہنچا ہے نا!

تو اس اعتبار سے اللہ تعالی نے پہنچایا ہے اللہ تعالی نے اپنی طرف اس فعل کو منسوب کیا ہے: ﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى﴾؛ اور کیونکہ اصل عمل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے ہوا ہے دست مبارک سے ہوا ہے تو یہ فعل حقیقتاً اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا ہے۔

تو جبریہ نے کہا کہ یہی دلیل ہے ہماری اور اس کی دلالت حق ہے اور بندے پر ملامت نہیں کی جاتی اُس بات پر جو اس کے مقدر میں لکھ دی جائے۔

(چاہے گناہ ہو جائے چوری کرے نافرمانی کرے بدکاری کرے، سود کھائے قتل کرے کچھ بھی کرے اس کو ملامت نہیں کی جائے گی کیونکہ اس کے مقدر میں لکھا تھا! (سبحان اللہ))۔

اب آتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت نے اس حدیث کو کیسے سمجھا ہے: انہوں نے کہا ہے کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے گناہ کیا ہے گناہ اُن سے ہو گیا ہے اور اس گناہ کی وجہ سے انہیں جنت سے نکالا گیا ہے (اس گناہ کے سبب انہیں جنت سے نکالا گیا ہے) لیکن انہوں نے اپنے گناہ سے توبہ کرلی اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لی مغفرت طلب کرلی اور توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ کو قبول کیا ہدایت دی اور اپنے قریب کیا، اور جو گناہ سے توبہ کر لیتا ہے گویا کہ اُس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے (ایسا ہی ہوتا ہے نا توبہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں)، یہ ایک طرف ہے۔

دوسری طرف موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام یہ محال ہے جبکہ اولوالعزم رُسل میں سے ہیں (موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اولوالعزم رُسل میں سے ہیں)۔

اولوالعزم کتنے ہیں؟ پانچ ہیں۔ کون ہیں؟ سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام، سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام، سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام، سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام، اور محمد علیہ الصلاۃ والسلام، یہ پانچ ہیں کہتے ہیں یہ افضل الرُسل ہیں اس لیے اولوالعزم کہا جاتا ہے۔

ان پانچ میں سے کون افضل ہیں؟ دو "الخلیلان"۔ کون ہیں؟ سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور تمام میں سے افضل کون ہیں؟ خاتم النبیین وسید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: جبکہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اولوالعزم رسولوں میں سے ایک رسول ہیں کیسے ممکن ہے کہ اپنے والد اپنے باپ آدم علیہ الصلاۃ والسلام پر ملامت کریں اُس گناہ پر جس سے وہ توبہ کر چکے تھے؟!

تو ملامت گناہ پر نہیں ہوئی یاد رکھیں سنیں ذرا ملامت کس چیز پر ہوئی ہے؟ وہی تو ہے کہ آپ نے ہمیں رسوا کیا ہے ملامت تو ہوئی ہے! کس چیز پر ہے کیا گناہ پر جو اُن سے ہو چکا ہے جس سے وہ توبہ کر چکے؟ ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول سے بہتر کون ہے جاننے والا (دیکھیں علماء سمجھتے کیسے ہیں سبحان اللہ)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اپنے باپ جو ہیں آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو ملامت کریں اُس گناہ سے جس سے وہ توبہ کر چکے اور اللہ تعالیٰ نے توبہ بھی اُن کی قبول کرلی (تو یہ ممکن نہیں ہے!) تو جو ملامت ہوئی ہے حقیقتاً اُس مصیبت پر ہوئی ہے جس کی وجہ سے جنت سے نکالے گئے۔

نافرمانی ہوئی جنت سے نکالے گئے اس نافرمانی کے سبب، نافرمانی سے توبہ کر لی گئی معاف ہو گیا اب جنت سے جو نکلے مصیبت تو ہے مصیبت باقی ہے کہ نہیں؟ مصیبت باقی ہے۔

گناہ کا معاملہ تو ختم ہو گیا ہے وہ بندے اور ربّ کا معاملہ تھا وہ ختم ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ نے معاف بھی کر دیا ہے اور گناہ کا ذکر بھی نہیں ہو گا ختم، لیکن مصیبت تو باقی ہے کہ نہیں؟

تو اصل بات یہ ہے کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے جب تقدیر کا ذکر کیا ہے تو اس مصیبت کا ذکر کیا ہے جو اس نافرمانی کے بعد واقع ہوئی اور جنت سے خارج ہوئے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: کیونکہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے جو اُن سے نافرمانی ہوئی وہ اس لیے نہیں کی کہ جنت سے نکلیں (سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!) لیکن نافرمانی اُن سے ہو گئی توبہ بھی ہو گئی تو اصل بات کیا ہے؟ مصیبت کا ذکر کرنا جو مصیبت کسی نافرمانی کی وجہ سے ہو، نافرمانی سے توبہ کرنے کے بعد مصیبت کا ذکر کر کے تقدیر کا ذکر کیا جا سکتا ہے مصیبت کا نا کہ نافرمانی کا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): یہ معاملہ جو ہے ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ نہیں چاہا کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام پر ملامت کریں اس نافرمانی پر جو ان سے ہوئی ہے لیکن ان کا اصل مقصد تھا اس مصیبت کا ذکر کرنا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں لکھی اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ جبریوں کا جو عقیدہ ہے یا جو انہوں نے دلیل پکڑی ہے اس حدیث سے اس میں کوئی حجت نہیں ہے ان کی اور ہم اس حدیث کو قبول کرتے ہیں انکار نہیں کرتے جیسا کہ قدریوں نے انکار کیا ہے اور نہ ہی ہم نافرمانی پر حجت اس کو مانتے ہیں جیسا کہ جبریوں نے کیا ہے (حدیث میں نافرمانی کی حجت کی دلیل نہیں ہے بلکہ مصیبت کی حجت کی دلیل ہے)۔

یہ جواب جو ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا ہے اس حدیث کا۔

ایک اور جواب بھی ہے کہ کوئی شخص اگر گناہ کرے اور گناہ کرنے کے بعد تقدیر سے اسے جوڑ دے؛ ایک تو مصیبت کا ذکر کر کے آپ جوڑ سکتے ہیں تقدیر سے کہ مصیبت واقع ہوئی ہے میرے مقدر میں تھا۔

یعنی ایک شخص نے چوری کی ہے اس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے کسی نے دیکھا ہے تمہارا ہاتھ کٹا ہوا ہے کیا ہوا؟ کہتا ہے میں نے چوری کی تھی اللہ تعالیٰ سے توبہ کی ہے بس یہ مصیبت ہے اللہ تعالیٰ نے مقدر میں لکھا ہے؛ اس اعتبار سے جائز ہے کہ نہیں؟ جائز ہے۔

دوسرا جواب جو ہے ابن القیم رحمہ اللہ نے دیا ہے اور وہ جواب یہ ہے: کہ اگر کوئی شخص نافرمانی کرے اور تقدیر کو حجت بنا لے توبہ کرنے کے بعد تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

توبہ کرنے کے بعد اگر کسی سے گناہ ہو گیا اس نے توبہ کر لی توبہ کے بعد کہتا ہے کہ میرے مقدر میں لکھا ہے مجھے ملامت تو نہ کرو صحیح ہے کہ نہیں؟ وہ حجت پیش نہیں کر رہا کہ میں نے کیا ہے تو اچھا کیا ہے، وہ یہ کہہ رہا ہے کہ آپ مجھے ملامت کر رہے ہیں میرے مقدر میں لکھا تھا گناہ مجھ سے ہو گیا ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی ہے میں آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا یہ بات درست ہے اس کی کہ نہیں؟ یہ بات درست ہے۔

"قدر الله وماشاء فعل"، لیکن توبہ کے بعد یاد رکھیں، بات ہو رہی نافرمانی کی مصیبت کی نہیں۔

یعنی کسی کو مصیبت ہو گئی ایکسیڈنٹ ہو گیا آپ کیا کہتے ہیں؟ "قدر الله وماشاء فعل"، آپ بیمار ہو گئے درس میں نہیں آسکے آپ کہتے ہیں "قدر الله وماشاء فعل"۔

لیکن گناہ کرنے کے بعد آپ کہتے ہیں "قدر الله وماشاء فعل"؟!

گناہ ہو گیا اس کے لیے ایک شرط ہے وہ کیا ہے؟ توبہ کی ہے توبہ کرنی ہے توبہ کرنے کے بعد پھر آپ کہتے ہیں کہ مجھ سے گناہ ہو گیا ہے میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں میرے مقدر میں لکھا تھا مجھے کیوں ملامت کرتے ہو، تب تو ہو سکتا ہے۔

اور اس کا معنی یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کہ اگر کوئی شخص نافرمانی کرنے پر آپ کو ملامت کرتا ہے جب کہ آپ نے اس سے توبہ کر لی ہے اور آپ نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقدر (تقدیر) سے یہ گناہ ہوا ہے میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں استغفار کرتا ہوں، اور اس طریقے سے کوئی الفاظ ساتھ جوڑ دیتے ہیں تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے آپ ایسا کر سکتے ہیں، آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے حجت قائم کی تقدیر کو بیان کر کے اس کے بعد کہ انہوں نے نافرمانی سے توبہ کر لی تھی۔

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں: کہ بے شک یہ بات جو ہے یہ جواب جو ہے بہتر ہے لیکن یہ بات بعید ہے کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جو ہیں آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے معصیت کے بارے میں ملامت کریں جبکہ انہوں نے اُس سے توبہ کر لی تھی۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس قول کو ترجیح دی ہے اور ایک اور بھی دلیل بیان کرتے ہیں۔

یعنی اس حدیث کا جو جواب دیا ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ تو واضح ہے کہ مصیبت کا ذکر کر کے آپ تقدیر کو حجت بیان کر سکتے ہیں بشرطیکہ آپ اگر گناہ سے توبہ کر چکے ہوں، اور ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ کافی ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ سے توبہ کر لے توبہ کرنے کے بعد وہ تقدیر کو حجت بنا سکتا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے ایک اس کی اور دلیل بھی بیان کی ہے کہ نافرمانی کرنے کے بعد اگر آپ توبہ کر لیتے ہیں تو اسے تقدیر کے ساتھ جوڑ سکتے ہیں؛ ایک بڑا پیارا قصہ ہے صحیح بخاری، مسلم (متفق علیہ) حدیث میں اور معروف حدیث ہے کہ ایک مرتبہ اللہ

تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا علی کے گھر گئے (سیدنا فاطمہ اور سیدنا علی کے گھر) رات کے وقت تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ تہجد کی نماز نہیں پڑھتے تو اٹھ کر پڑھ لیتے؛ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے نفس جو ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں جب اللہ تعالیٰ چاہے تو ہمیں جگادے (یعنی ہم جاگ نہیں سکے اس لیے ہم پڑھ نہیں سکے اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو ہمیں جگادیتا) تو ہم جاگ نہیں سکے، تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رانوں پر یوں ہاتھ مارا اور اس آیت کو تلاوت کیا سورۃ الکھف کی آیت نمبر 54: ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ (اور انسان بہت ہی زیادہ جدال کرنے والا ہے)۔

تو اس حدیث میں بھی دیکھیں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کیا؟ تقدیر کو حجت بنایا نا۔ کیا یہ دلیل بنتی ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): یہ استدلال جو ہے اس حدیث میں نظر ثانی کا مستحق ہے اس معاملے میں۔ کیوں؟ کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقدیر کو حجت بنا کر پیش کیا ہے سونے پر کہ سو گئے اور تہجد کی نماز نہیں پڑھی کیونکہ سوتا ہوا شخص تو کہہ سکتا ہے نا کہ میرے مقدر میں لکھا تھا میں سو گیا اٹھ نہیں سکا (کہہ سکتا ہے کہ نہیں؟ اور اس کا فعل اس کی طرف منسوب ہوتا ہے کیا؟ اختیار ہی نہیں ہے اس نے کچھ کیا نہیں ہے)، اس کا اختیار ہی نہیں ہے اس لیے فعل منسوب ہی نہیں ہوتا اس کی طرف۔

اس لیے اصحاب الکھف کے تعلق سے اللہ نے فرمایا ہے سورۃ الکھف آیت نمبر 18 میں: ﴿وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ﴾ (اور ہم ان کو تقلب یعنی ایک طرف سے دوسری طرف پھیرتے ہیں دائیں اور بائیں کروٹ میں)؛ تو تقلیب کو کروٹ کے بدلنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے جبکہ کروٹ وہی خود بدل رہے تھے لیکن کیونکہ وہ ان کے ارادے سے نہیں تھا اس لیے ان کی طرف منسوب نہیں کیا۔

اصحاب الکھف تو گہری نیند میں چلے گئے تھے نا اب اُن کا جو پلٹنا تھا کروٹ بدلنا تھا ان کے اپنے اختیار میں تھا؟ اپنی مرضی میں تھا؟ نہیں تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف منسوب نہیں کیا کیونکہ ان کا اختیار ہی نہیں ہے۔ جبکہ خود وہ کروٹ بدل رہے تھے لیکن کس کی طرف منسوب کیا؟ اپنی طرف منسوب کیا اللہ تعالیٰ نے۔

شیخ صاحب کیا کہنا چاہتے ہیں پتہ چلا؟ یعنی جو دوسری حدیث ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ہے اس میں اُن سے کوئی نافرمانی ہوئی؟ نہیں ہوئی۔ تو انہوں نے یہ حجت پیش کی اگر جاگ جاتے تو پڑھ لیتے تو جاگ نہیں سکے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے نہیں لکھا کہ ہم پڑھیں کیونکہ ہم سو رہے تھے؛ لیکن جو آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث ہے وہ تو واضح ہے نا؟ وہ واضح ہے۔

اس لیے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کہ ابن القیم نے اس کو بھی اس حدیث کے ساتھ جوڑ دیا ہے جبکہ اس حدیث میں وہ دلیل نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں نافرمانی ہوئی نہیں ہے اس پر عمل ہی نہیں ہوا اصل میں، جب عمل نہیں ہوا ہے تو پھر اس کو کیسے حجت بنایا جا سکتا ہے جبکہ وہ عمل منسوب ہی نہیں ہے کیونکہ عمل ہوا ہی نہیں ہے نسبت ہی نہیں ہے عمل کی۔ اور جو پہلا جواب ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کہ آدم اور موسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کی حدیث جو ہے اور جس کی طرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ گئے ہیں وہ صحیح جواب ہے (تو سیدنا علی کی حدیث فٹ نہیں ہوتی اس معاملے میں)۔

خلاصہ یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ جبری کی جو جبر کا عقیدہ رکھتے ہیں اس حدیث میں کوئی دلیل یا کوئی حجت نہیں ہے اور نہ ہی نافرمانوں کی جو نافرمانی کرنے کے بعد تقدیر کو حجت بنا کر پیش کرتے ہیں، اور ہم یہ کہتے ہیں کہ تمہارا تقدیر کو نافرمانیوں پر حجت بنا کر پیش کرنا اسے باطل کر دیتا ہے "سمع اور عقل اور واقع"۔

تین چیزیں ہیں:

(۱) سمع یعنی قرآن اور سنت کے دلائل۔

(۲) عقل، عقلی دلیل بھی اس کا ردّ کرتی ہے۔

(۳) اور واقع بھی اسے ردّ کرتا ہے۔

جو سمعی یعنی قرآن اور سنت کی روشنی میں جو دلائل ہیں اُن میں سے پہلی دلیل سورۃ الانعام آیت نمبر 148 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا﴾ إلى آخر الآية۔

﴿سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾ (عنقریب یہ مشرکین کہیں گے جنہوں نے شرک کیا)۔

کیا کہیں گے؟ ﴿لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا﴾ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم شرک ہی نہ کرتے)؛ تقدیر کو بیان کیا کہ نہیں حجت؟

﴿وَلَآ اٰبَآؤُنَا﴾ (نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے)۔

﴿وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ﴾ (اور نہ ہی کسی چیز کو حرام کرتے)؛ یعنی ساری جو نافرمانیاں کر چکے ہیں وہ اب تقدیر کو سامنے رکھ کر اس کی اوڑ میں چھپنا چاہتے ہیں۔

﴿كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا﴾ (اسی طریقے سے ان سے پہلے جو ہیں انہوں نے بھی جھوٹ بولا ہے یہاں تک کہ ہمارے عذاب کو انہوں نے چکھا ہے) إلي آخر الآية۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): انہوں نے تقدیر کو حجت اپنی معصیت اور نافرمانی پر پیش کرنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے ردّ میں یہ فرمایا ہے: ﴿كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾: یعنی ان سے پہلے جو ہیں انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور تقدیر کو حجت بنا کر پیش کیا اور یہ دلیل ہے کیونکہ حجت باطل ہے اگر حجت اُن کی صحیح اور مقبول ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کو نہ چکھتے (عذاب نہ ہوتا)۔

واضح دلیل ہے کہ مشرکین قیامت کے دن تقدیر کو حجت وہ بھی بنائیں گے لیکن اُن کے کام آئے گی؟ نہیں کام آئے گی۔

دوسری دلیل سورہ النساء آیت نمبر 163 سے 165 تک اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾(النساء:163): "إلى قوله" یہاں سے لے کر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾(النساء:165): اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ الصلاۃ والسلام کا اور انبیاء کا رسولوں کا ذکر فرمایا ہے اور پھر ان آیات کے آخر میں فرمایا ہے: (یہ اللہ کے رسول ہیں جو بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں تاکہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت تمام ہو جائے رسولوں کے بعد)۔

رسول جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (علیہم الصلاۃ والسلام) اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آتے ہیں اور حجت لوگوں پر قائم کر دیتے ہیں تو اس میں کہاں دلیل ہے اس بات کی؟ اگر سب کچھ تقدیر میں لکھا ہوتا تو پھر رسولوں کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی واضح دلیل ہے نا! (سبحان اللہ)۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: وجہ الدلالہ یہ ہے اس آیت میں کہ اگر تقدیر حجت ہوتی اور کافی ہوتی تو پھر رسولوں کے مبعوث کرنے سے کبھی باطل نہ ہوتی اور وہی باقی رہتی کیونکہ تقدیر رسولوں کے پیغام سے رسالت سے کبھی باطل نہ ہوتی کبھی ختم نہ ہوتی اور وہی باقی رہتی (سبحان اللہ)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو آپ کی پہلی دلیل ہے نا جو مشرکین کا جب آپ نے ذکر کیا ہے کہ مشرکین قیامت کے دن تقدیر کی اوڑ میں چھپنے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام میں آیت نمبر 106 اور 107 میں یہ فرمایا ہے؛ ذرا غور سے سنیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ﴾ (اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اتباع کیجیے جو وحی آپ پر آپ کے ربّ کی طرف سے کی گئی ہے)۔

﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ (اُس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے)۔

﴿وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾ (اور مشرکین سے اب اعراض کیجیے)۔

﴿وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكُوۡا﴾ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے)۔

﴿وَمَا جَعَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا﴾ (اور ہم نے آپ کو اُن پر نگہبان نہیں بنا کر بھیجا)۔

﴿وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ﴾ (اور نہ ہی آپ اُن کے ذمے دار ہیں)۔

تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكُوۡا﴾ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے)؛ تو یہاں پر تو اللہ تعالیٰ خود بیان کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے تو شرک ہوا ہے تو کیسے جوڑا جا سکتا ہے وہاں سے؟ ہم نے کہا ہے کہ تقدیر کو مشرکین حجت بنا کر پیش کریں گے اللہ تعالیٰ نے ردّ کر دیا ہے ﴿حَتّٰى ذَاقُوۡا بَاۡسَنَا﴾ یہاں پر اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے۔

دونوں میں فرق دیکھیں ذرا: ایک ہے کافروں کا کہنا ان کی زبانی، اور ایک ہے اللہ تعالیٰ کی خبر جو اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے دونوں میں فرق نہیں ہے؟! (سبحان اللہ)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان کا کسی کافر کے تعلق سے یہ کہنا ﴿وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكُوۡا﴾ یہ صحیح اور جائز ہے۔

آپ کسی مشرک یا کافر کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ شرک یا کفر نہ کرتے، آپ خبر دے رہے ہیں اُن کے بارے میں جو اُن سے ہوا ہے آپ حجت پیش کر رہے ہیں کوئی؟ تقدیر کو آپ اوڑھ کر ذکر کر رہے ہیں کہ تقدیر کی وجہ سے اُن سے ہوا ہے؟ نہیں! آپ خبر دے رہے ہیں کہ ان کا جو کفر ہوا ہے جو شرک ہے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے تو ہوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیئت چاہت کے بغیر ممکن ہی نہیں کچھ دنیا میں ہو، یہ تو مسلمات میں سے ہے، ٹھیک ہے نا؟!

لیکن مشرک کا یہ کہنا ﴿لَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكۡنَا﴾ (اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم کبھی شرک نہ کرتے)؛ یہ تو تقدیر کو حجت بنا رہا ہے نا اپنی اس نافرمانی کو چھپانے اور بچنے کے لیے! تو اُن کا معصیت پر یہ قول جو ہے باطل ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا﴾ ان کو تسلی دینے کے لیے اور یہ بیان کرنے کے لیے کہ جو ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے ہوا ہے۔

دیکھیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زیادہ غمزدہ ہو جاتے تھے مشرکین کو دیکھ کر لیکن شفقت دیکھیں: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾(الانبیاء:107): "عالمین" میں مشرک، کافر شامل ہے کہ نہیں؟ جانور، مشرک سب شامل ہیں (سبحان اللہ) بہت شفقت کرتے تھے، بہت رحم دل تھے یہاں تک کہ جب مشرکین نہیں سنتے تھے تو بہت غمزدہ ہو جاتے تھے (علیہ الصلاۃ والسلام)!

تو اللہ تعالیٰ نے تسلی کرنے کے لیے، اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر یہ نہیں مانتے تو ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں؛ جیسے سورۃ الکھف میں کیا فرمایا ہے؟ ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ﴾: اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے ان کے پیچھے؟ یہ نہیں مانتے ان کو چھوڑیں (الکھف:6)۔

یعنی یہ بندے اور ربّ کا معاملہ ہے یہ نہیں مانتے یہ جانیں اور میں جانوں (سبحان اللہ)۔

اور یہاں پر تسلی ہے ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا﴾ اللہ تعالیٰ چاہتا تو شرک نہ ہوتا؛ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے شرک ہو رہا ہے (سبحان اللہ)۔

تو اس سے یہ واضح ہوا دونوں مسائل میں فرق ہے لیکن شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کی شرح پر آپ ذرا غور کریں یعنی بڑی تفصیل سے جہاں پر کوئی اعتراض آسکتا ہے اس کا ذکر کر کے "فإن قال" یا "قیل": اگر کوئی شخص کہے، اگر یہ دلیل بیان کرے تو اس کا کیا جواب ہے۔

تو طالب علم جو ہے نا اس مسئلے کو پورا سمیٹ لیتا ہے کہ جتنے بھی اس مسئلے سے جڑے مسائل ہیں یا بحث ومباحثے ہوئے علماء کے یا ان اہل بدعت کے تو طالب علم کے پاس مکمل ایک جیسے اسلحہ تیار ہوتا ہے نا پورا وہ اس کے پاس ہو گا اور پتہ بھی چلے گا کہ کون سی بات کب کیسے کرنی ہے اور کس دلیل کا کیا جواب ہے اور کیا توڑ ہے۔

عقلی دلیل کیا ہے؟ ابھی بات یہ ہو رہی ہے کہ کوئی شخص نافرمانی کرتا ہے اور نافرمانی کو تقدیر کی اوڑ میں چھپانا چاہتا ہے، عقلی دلیل: کہ نافرمان کا تقدیر کو حجت بنا کر پیش کرنا باطل ہے ہم یہ کہتے ہیں آپ کو یہ کس نے کہا ہے کہاں سے آپ نے جانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقدر میں یہ نافرمانی لکھی ہے نافرمانی کرنے سے پہلے؟

کہاں سے پتہ چلا ہے آپ کو؟! ہم سب جانتے ہیں کہ جو ہمارے مقدر میں لکھا ہے وہ ہمارا فعل کرنے کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے پہلے تو معلوم ہوتا ہی نہیں ہے۔

تو ہم نافرمان کو یہ کہتے ہیں کیا آپ نافرمانی کرنے سے پہلے جانتے تھے کہ آپ نافرمانی کریں گے؟ وہ کیا کہے گا جواب میں؟ نہیں جانتا تھا۔ تو جواب میں ہم یہ کہیں گے انہیں؛ تو پھر آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ کے مقدر میں فرمانبرداری لکھی تھی تو آپ فرمانبرداری کر لیتے نافرمانی کی جگہ؟ کیونکہ آپ کے سامنے دروازہ کھلا ہوا ہے آپ اس دروازے سے داخل کیوں نہیں ہوتے جس میں آپ کی مصلحت جڑی ہوئی ہے؟ کیونکہ آپ یہ نہیں جانتے آپ کے مقدر میں کیا لکھا ہوا ہے۔

اور انسان کا کسی عمل پر اس عمل کرنے سے پہلے حجت بیان کرنا باطل ہے جبکہ اس نے عمل کیا ہی نہیں ہے تو اس میں حجت کیسے پیش کرتا ہے وہ؟! حجت انسان تب پیش کرتا ہے جب انسان کوئی عمل کر لیتا ہے کیونکہ "الدليل يتقدم المدلول" ہمیشہ، دلیل مدلول سے پہلے ہوتی ہے نا۔

اور پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں اس کا دوسرا عقلی جواب: اگر آپ یہ جانتے ہیں کہ مکہ کی طرف دو راستے جاتے ہیں ایک راستہ بہت کٹھن اور مشکل راستہ ہے بہت ساری رکاوٹیں ہیں راستہ سیدھا نہیں ہے ہموار نہیں ہے اور دوسرا راستہ بالکل ہموار اور سیدھا ہے بالکل آسان راستہ ہے تو آپ کون سا راستہ اختیار کریں گے مشکل راستہ یا وہ دوسرا راستہ جو آسان راستہ ہے؟ ایک آسان پرامن ہے دوسرا مشکل سخت جس میں بہت سارے یعنی ڈر اور خدشات ہوتے ہیں جس میں کوئی چوری ڈکیتی ہو جائے گی دونوں میں سے کون سا راستہ اختیار کریں گے آپ؟ آسان اور پرامن راستہ اختیار کریں گے نا مسلمات میں سے ہے؛ کوئی پاگل ہی ہوگا جو کہے گا نہیں، میں نے اس راستے سے جانا ہے (سبحان اللہ) جو بُرا راستہ ہے۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: تو جواب میں ہم یہی کہتے ہیں کہ اپنی عبادت میں اور فرمانبرداری میں آپ کیوں وہ راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں جس میں بدامنی ہے اور بہت سارے خطرات اور خدشات موجود ہیں اور اس پرامن راستے کو کیوں چھوڑنا چاہتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے خود کفالت اور ذمہ لیا ہے جو اس راستے پر چلتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾(الانعام:82)؛ اور یہ واضح حجت ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں۔

روزمرہ زندگی میں جب دو راستے ہوتے ہیں ابھی بھی دیکھیں آپ کہ گوگل جو ہے میپ (Map) اُس میں ایک منٹ کا فاصلہ جو ہوتا ہے اسے بتاتا ہے کہ کون سا پہلے ہے کون سا بعد میں ہے ایسا ہوتا ہے کہ نہیں؟ ہم کیا کرتے ہیں سب سے جو قریب ترین جو

سب سے آسان راستہ ہے وہ اختیار کرتے ہیں کہ نہیں ؟ کوئی بتا دیتا ہے کہ کہاں پر رَش زیادہ ہے پھر اس کا الٹرنیٹ (Alternate) راستہ بھی بتادیتا ہے۔

بہت سارے راستے آسان بالکل سیدھے ہیں ہموار راستے ہیں لیکن جو ایک منٹ کی بھی دیر ہوتی ہے ناوہ راستہ اختیار نہیں کرتے ہم جس میں رَش زیادہ ہوتا ہے۔

کوئی شخص چاہتا ہے کہ میں نے اس مشکل راستے میں جانا ہے پھر کہوں یہ مقدر میں لکھا تھا میرے ؟! وہ راستہ خود آپ نے اختیار کیا ہے دیکھیں اللہ تعالیٰ نے آسانی کر دی ہے آپ کے لیے (سبحان اللہ)۔

تواس آیت میں شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ حجت واضح ہے ہم دنیا کے لیے آسان راستہ اختیار کرتے ہیں پُرامن راستہ چاہتے ہیں دنیا کے لیے تو ہم آخرت کے لیے پُرامن راستہ کیوں نہیں اختیار کرنا چاہتے جب اللہ تعالیٰ نے اس کا ذمہ لیا ہے کہ جو بھی یہ راستہ اختیار کرے گا اس کے لیے مکمل امن وماں ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ؟!

ایک اور مثال شیخ صاحب فرماتے ہیں: اگر حکومت یہ اعلان کر دے کہ دو نوکریاں ہیں، ایک بلند مرتبہ ہے اور دوسری پست ہے (یعنی ایک میں زیادہ سیلری ہے بڑے شرف والی ہے نوکری دوسری پست ہے اور اس میں سیلری بھی کم ہے) آپ کون سی اختیار کروگے کون سی چنوگے ؟ زیادہ سیلری والی ظاہر ہے جس میں زیادہ عزت ہے زیادہ شان ہے آپ وہ اختیار کریں گے۔

تو شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ دلیل ہے کہ آپ دنیا کے معاملات میں اکمل اور افضل کی طرف جاتے ہیں اور یہی معاملہ دین کے تعلق سے کیوں نہیں لیتے آپ ؟! یہ تناقض ہے کہ نہیں ؟!

دین کے معاملے میں کہتے ہیں کہ میرے مقدر میں لکھا تھا گناہ مجھ سے ہو گیا مقدر میں لکھا تھا اور تقدیر کی اوڑ میں چھپنا چاہتے ہیں، اور دنیا کے معاملات میں ہمیشہ آپ آسان پُرامن اور آپ کے لیے جو سوٹ کرتا ہے، جو اچھا لگتا ہے وہی راستہ اختیار کرتے ہیں یہ تناقض ہے کہ نہیں ؟ (سبحان اللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور اس سے یہ ثابت ہوا اور بات واضح ہو گئی کہ نافرمانی کرنے والا شخص کا جو ہے تقدیر کو حجت بیان کر کے پیش کرنا درست نہیں ہے اور اس کی کوئی بھی دلیل یا کوئی وجہ بھی موجود نہیں ہے۔

اس جملے سے اس باب کا اختتام ہوا "تقدیر پر ایمان" اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کا ہم نے شروع سے لے کر ابھی تک پڑھا ہے یہ باب جو ہے مکمل ہوا (الحمد للہ) اور اگلے درس میں ایک نئے باب سے درس کا آغاز کریں گے جو دوسرا اصول ہے اہل سنت والجماعت کا ؛ ابھی تک ہم نے صرف ایک اصول پڑھا ہے عقیدۃ واسطیۃ کے ابھی تک جتنے درس بھی ہوئے ہیں عقیدے کے اصول میں

صرف ایک اصول پڑھا ہے کون سا ہے ؟"الایمان باللہ"، یا ارکان ایمان جو ہیں جو اس کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں جو چھ ارکان ایمان ہیں اس کے تعلق سے بات ہوئی ہے، اگلے درس میں ان شاءاللہ ایمان کیا ہے، ایمان کی تعریف کیا ہے، اس کے تعلق سے ہم بات کریں گے۔((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (093.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio